نشانِ منزل

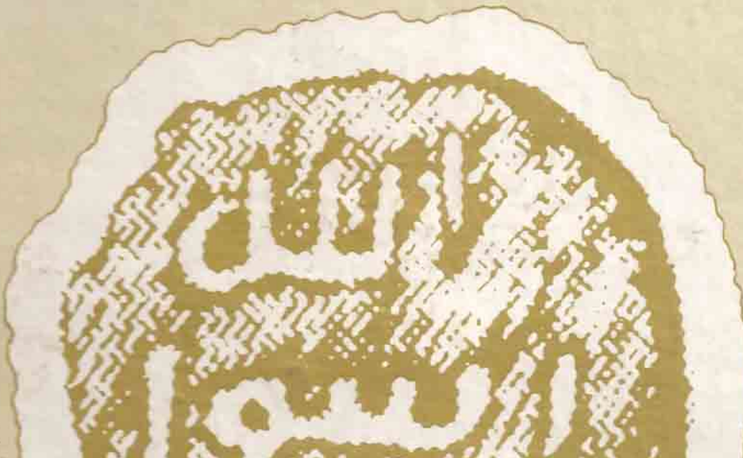

سیماب اویسی

نشانِ منزل

سیماب اویسی

زاویہ پبلیکیشنز
۲۲۰، سٹریٹ: ۱۲ چکلالہ III راولپنڈی

ضابطہ

نام کتاب : نشان منزل

مصنف : فقیر سیماب اویسی

طبع اول : ۱۹۹۴ء

تعداد : گیارہ سو

کمپوزنگ و آرائش : اکبر اکیڈمی ۔ اسلام آباد

مطبع : ایس ٹی پرنٹرز گوالمنڈی راولپنڈی ۔ فون: 72818

ناشر : زاویہ پبلی کیشنز

۲۲۰ سٹریٹ ۔ ۱۲ چکلالہ III

راولپنڈی

قیمت : ۶۰/- روپے

سمند شوق (حصہ اول)

۱۔ حمد

۲۔ نعت گر زنانوں کی فضیلت پر ہو بات

۳۔ سمند شوق میر کارواں ہے

۴۔ یاد

۵۔ تیری یادوں کا چمن دل میں بسلیا میں نے

۶۔ دیکھو ندیم شوق سے ان پتھروں کو بھی

۷۔ خیال یار

۸۔ آئے تھے بہر حاضری آقا کی آکے چل دیے

۹۔ حرص کے جو اسیر ہوتے ہیں

۱۰۔ ہے گھڑی رخصت کی در سے آپ کے

۱۱۔ کس قدر جلدی گزر جاتے ہیں دن

۱۲۔ گلشن دل میں میرے کھلتے ہوئے

حرز جاں (حصہ دوم) غزلیات

۱۔ صنم کے ستم پہ خدا یاد آیا

۲۔ کہاں سے یہ کیسی ہوا آرہی ہے

۳۔ جانے صحراؤں میں کیوں......

۴۔ زمانے بھر کے غم دیکھے ہیں میں نے

۵۔ راہیں دو عالم کی روشن ہو گئیں

۶۔ بڑھ رہی ہیں کس قدر تاریکیاں

۷۔ کس سے کہوں میں ....

۸۔ ہو زلف پریشاں

۹۔ تڑپ

۱۰۔ کبھی تیرے آنے کی آرزو.......

۱۱۔ ساری غزلیں کہہ چکے ہم ....

۱۲۔ چہرہ کہہ ہی دے گا اپنا حالِ دل

۱۳۔ یادیں

۱۴۔ محبت کا جنوں

۱۵۔ پھول یادیں

۱۶۔ تجھ سے ملنے کی امیدیں .....

۱۷۔ مکالمہ مابین بندہ و خدا

۱۸۔ ہم نے قاصد ترا اترا ہوا چہرہ دیکھا

۱۹۔ ایک حقیقت ایک فسانہ

۲۰۔ تجھے تا خیال و نظر دیکھتا ہوں

۲۱۔ خود کو کھو دیں گے تجھے پالیں گے ہم

۲۲۔ میں اگر چاہوں بھی ....

۲۳۔ جو قندیل کرتی سحر تک چراغاں

۲۴۔ سوچتا ہوں کیا لکھوں ؟ اور کیا کہوں ؟

۲۵۔ تیرے بغیر نیند بھی آتی نہیں ہے اور

۲۶۔ گر ستائیں رات کی تنہائیاں

۲۸۔ تنہائی کا دکھ ہے کیسا

۲۹۔ تیری یاد ابر بہاراں سے بڑھ کر

۳۰۔ اظہار محبت کی خطا میری نہیں ہے

۳۱۔ مانگوں اگر وصال تو ....

بزم یاراں (حصہ سوئم)

۱۔ نئی سوچ

۲۔ مفتی صاحب

۳۔ سحر فرنگ

۴۔ بیوی کی حکومت

۵۔ سعی

۶۔ دیسی گورے

۷۔ منصف

۸۔ بے مزہ گوشت

۹۔ امام لیڈران

حرفِ چند

گرد سفر کے بعد نشان منزل تو ایک فطری بات ہے اور ایسا ہی ہونا چاہیے تھا سفر آخر منزل ہی کے لئے تو کیا جاتا ہے مگر کیا میرے یہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ اس خوابیدہ قوم کو آمادۂ سفر کر بھی سکیں گے۔ کیا یہ نعتیں نظمیں اور غزلیں جو ایک فن شاعری سے ناآشنا اردو ادب سے بیگانہ اور محض درد مند دل سے نکلے ہوئے نالے کو شعر کہنے والے کی صدائیں وہ کام کر جائینگی جس کے لئے انہیں چھپوانے اور نوجوانان قوم تک پہنچانے کی سعی کر رہا ہوں۔ اگر ایسا ہو جائے تو مجھے اس بات کی فکر نہ ہوگی کہ میرے شعروں کے اوزان اور غزلوں کی بحریں کیا کمی رہ گئی یا میرے شعر واقعی شعر تھے بھی یا محض شعر کے نام پر افکار پریشاں کو جمع کرتا رہا۔

اور اگر میری یہ گذارشات کوئی بیداری پیدا نہ کرسکیں، کسی آنکھ کو نم نہ کریں، کسی دل میں ٹیس نہ اٹھے تو پھر شعروں کی تعریف بھی ہوگی تو مجھے کوئی خوشی نہ ہوگی۔

اللہ کرے یہ الفاظ اگرچہ اس قابل تو نہیں مگر دلوں کو عظمت الٰہی عشق رسول ﷺ اور حقانیت اسلام کی طرف متوجہ کرسکیں۔ اللہ قادر ہے اگر وہ چاہے تو سب کچھ ہوسکتا ہے اور اسی کی بارگاہ سے امید کرم ہے۔

نعت میں بھی بصد ادب قوم کا احوال اس بارگہ عالی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔ نظر کرم کا امیدوار ہوں۔

فقیر سیماب اویسی
دارالعرفان ضلع چکوال
پاکستان

۲۱ دسمبر ۱۹۹۳ء

☆

پیش لفظ

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان دام برکاتہ کی بصیرت افروز دینی تصانیف کا راقم الحروف دیرینہ مداح و معترف ہے۔۔۔ ان کے روحانی تصرفات کا شہرہ بھی۔۔۔۔ اپنے احباب کے واسطے سے۔۔۔۔ زبان در زبان۔۔۔۔ باعث کشش ہے۔ آپ الاخوان جیسی وسیع اور طاقت ور بین الاقوامی تحریک کے بانی اور داعی بھی ہیں۔ اس حوالے سے دین کی تبلیغ' اتحاد عالم اسلامی کے لئے ان کی مساعی اب دیواروں سے نکل کر دلوں پر دستک دے رہی ہے۔۔۔ دنیا بھر میں جہاں جہاں پاکستانی موجود ہیں آپ کے ارادت مند بھی موجود ہیں۔

ذاتی طور پر یہ خاکسار ان کے "کاغذی متاثرین" میں شامل تھا۔ اور ان کی شخصیت کا تصور میرے ذہن میں ایک بھاری بھرکم ثقہ شیخ طریقت کی ڈیل ڈول کا تھا۔ لیکن دو ڈھائی برس قبل اسلام آباد کی ایک تقریب میں حضرت موصوف سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو جہاں ان کے علمی تبحر اور دینی فضیلت کا تاثر اور گہرا ہوا وہاں آپ کی شخصیت کی غیر رسمیت نے۔۔۔۔ سچ تو یہ ہے۔۔۔۔ کہ ہمیں خاصا حیران کیا۔۔۔۔ نہ وہ جبہ قبہ۔۔۔ جس میں علماء و مشائخ عموماً ملبوس و مستور نظر آتے ہیں۔ نہ گفتگو میں بوجھل پن گھیرے یا دائرے ۔۔۔ یوں لگا جیسے سرگودھے کا کوئی قد آور کسان ہے جو کھیت میں کپاس کی فصل کی طرح دلوں میں دین کے پھول بھی اگا رہا ہے۔۔۔

طبیعت کی بے ساختہ شگفتگی۔۔۔ جیسے چواسیدن شاہ کے چشمے کی طرح

چھلک رہا ہو جو ان کے آبائی پہاڑوں کے دامن میں بہتا ہے۔ ادبی حوالے سے ان کی پہلی تحریر امریکہ اور بلاد مغرب کے سفرنامے "غبارہ راہ" کی صورت میں نظر سے گذری۔ رواں دواں بشاشت سے ایک غیر متوقع مگر خوشگوار حیرت کا احساس ہوا۔

بعض جگہوں پر تو یوں لگا جیسے حضرت مولانا نہیں بلکہ کرنل محمد خان (اردو کے صاحب طرز مزاح نگار) مٹرگشت پر نکلے ہوئے ہوں۔

یہ زندگی کا وہ عمومی رچاؤ ہے --- جس کو برقرار رکھنا ان جیسی مذہبی تشخص کی حامل بزرگ شخصیتوں کے لئے آسان نہیں ہوتا۔

مجھے تو یہ لگتا ہے کہ وہ جس "ولایت" میں بھی پہنچے ہیں۔ ادب کے رستے سے ہو کر گذرے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ دینی اور ملی مصروفیات کے ہجوم میں ادبی تخلیقات پر زیادہ توجہ نہیں دے سکتے۔

نثر کے علاوہ آپ نے گاہے گاہے شعر میں اپنے افکار کا اظہار کیا ہے۔ زیر نظر کتاب ان کے شاعری کا اولین مجموعہ ہے --- اس مجموعہ پر چند تعریفی سطور لکھنا میرے لئے باعث سعادت ہے۔ یہ شعری ثمرات نعت' غزل' قطعات' جیسی اصناف سخن پر محیط ہے۔ اور بنیادی طور پر یہ تخلیقات ایک اہل دل کے سوز و گداز کی مظہر ہیں۔ سب سے بڑی متاع فکر عشق رسولؐ ہے۔ ادبی حوالے سے ایک اور قابل ذکر پہلو درد مندانہ پیرایہ اظہار کے پہلو بہ پہلو شوخ مگر بلیغ طنز کی وہ چمکیلی دھاری ہے جو ان کے قطعات میں سیاسی اور معاشرتی موضوعات پر ہلکے پھلکے تبصروں کی صورت میں ابھرتی چلی گئی

ہے ـــــــــ میں امید کرتا ہوں کہ اس بامقصد شاعری کا مطالعہ دل و نگاہ کی بالیدگی اور آسودگی کا باعث ہو گا۔

اسلام آباد

۱۸ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ

سید ضمیر جعفری

☆

سمند شوق

ہے نرالی سی قید الفت کی
یہی قیدی امیر ہوتے ہیں

حمد

تیرا نام لیتے ہیں غنچے چٹک کر
کلی تیری عظمت کے گن گا رہی ہے

زباں پتے پتے کی اس سے معطر
اسی نام پہ شاخ لہرا رہی ہے

چمن تو حکایت ہے تیری عطا کی
جو ہر رنگ گل میں نظر آ رہی ہے

ہوا سرسرائے ترا نام لے کر
فضا پہ عجب نغمگی چھا رہی ہے

الجھ کر ہوا ٹہنیوں سے شجر کی
تیرے نام کے زمزمے گا رہی ہے

تیرا نام سورج کی گرمی کا باعث
اسی سے یہ سب روشنی آ رہی ہے

اسی مہرباں مہر سے پھوٹتی ہے
کرن جو زمانے کو چمکا رہی ہے

یہی نام ہے چاند کی چاندنی میں
سکوں دیکھئے کتنا برسا رہی ہے

ہو بولی کوئی اس میں تو بولتا ہے
زباں کوئی ہو تیرے گن گارہی ہے

تعجب ہے انساں تجھے بھول جائے
یقیناً" حیات اس کی گہنا رہی ہے

بدن کے ہے تابوت میں لاش دل کی
جو دریا میں جگ کے بہے جارہی ہے

۱۵

بچالے تو سیماب کو غفلتوں سے
یہی دل سے میرے صدا آرہی ہے

(ہوائی جہاز میں سکھر سے
لاہور آتے ہوئے)

نعت

گر زمانوں کی فضیلت پر ہو بات
دور افضل ہے جو تیرے نور سے روشن ہوا

سال سالوں پر مہینے اور دن
سب پہ بازی لے گئے تو رونق محفل ہوا

بات ہو قوموں کے گلشن کی اگر
تو جہاں اترا وہی افضل تریں گلشن ہوا

امتوں میں تیری امت خیر امت ہو گئی
دین سب ادیان میں تیرا فقط کامل ہوا

ہر نبی تھا چاند روشن اپنے اپنے عہد کا
تو وہ سورج، جس سے رخ ہر چاند کا روشن ہو

ملک سب ملکوں سے افضل، شہر شہروں کا نگین
اے تعالی اللہ — جو تیری ذات کا مسکن ہوا

ابن آدم میں تو افضل ہے وہی بندہ فقیر
تیری خاک پا سے جس بندے کا من روشن ہوا

(دارالعرفان)

نعت

سمند شوق میر کارواں ہے
یہ عاصی پھر تیرے در کو رواں ہے

بدن گر ناتواں بھی ہے تو کیا غم
میرا ذوق زیارت تو جواں ہے

ہوئی طاعت مقدم قربتوں پر
محبت کا انوکھا امتحاں ہے

فضا روشن ہے جس کی نغمگی سے
تیری مسجد کی آواز اذاں ہے

تیرے ناقے کی راہیں میرے آقا
زمیں کی خوبصورت کہکشاں ہے

فنائے تام ہو میرا مقدر
تیرا در میری منزل کا نشاں ہے

زمیں کب تھی تیرے مسکن کے قابل
یہ ٹکڑا ارض جنت بے گماں ہے

نہیں روشن جو تیری یاد سے دل
وہ پتھر ہے جو سینے میں نہاں ہے

بنایا شیخ نے سیماب کو کیا
محبت کا تیری سیل رواں ہے

(اسلام آباد سے جدہ جاتے ہوئے)

یاد

تیری یاد بنتی ہے مرکب ہمارا
ہمیں لے کے آتی ہے تیرے نگر میں

تصور تمہارا، حکایت تمہاری
میرے ہمسفر ہیں میرے اس سفر میں

تیرے در کے ذروں میں جو روشنی ہے
نہ زر میں وہ پائی نہ لعل و گہر میں

اگر ہو اجازت تو یہ عرض کردوں
بہت دیکھے مسلم سفر میں حضر میں

پریشان و ابتر مصائب میں گرداں
تڑپتے ہیں لاشے غریبوں کے گھر میں

نہ محفوظ عزت نہ ناموس و دولت
جو مٹی ہے سر میں تو ناوک جگر میں

جزیرہ ہو' کشمیر ہو یا فلسطیں
مصائب کے سیلِ رواں کے بھنور میں

ہے فریاد اتنی اجازت ہو آقا
کہ ہتھیار باندھیں مسلماں کمر میں

انہی برکتوں کا ہے سیماب طالب
ستارے چمک آئیں فکر و نظر میں

(جدہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے)

نعت

تیری یادوں کا چمن دل میں بسایا میں نے
راز جینے کا تیری یاد سے پایا میں نے

بوسے مٹی نے دیے تیرے قدم کو آقا
خاک بطحا کو ہے آنکھوں سے لگایا میں نے

مجھے معلوم ہے لپٹا تھا یہ تجھ سے آقا
در کعبہ کو بھی سینے سے لگایا میں نے

میں تو ذرہ ہوں میری ذات میں کیا رکھا ہے
تیری نسبت ہی سے پایا ہے جو پایا میں نے

دیکھوں اس شہر مقدس کی جھلک پھر اک بار
رخت بے مایہ ہے کاندھے پہ اٹھایا میں نے

نام تیرا ہی تھا لب پر دمِ رخصت میرے
مال دنیا سے یہ سیماب کمایا میں نے

(ہوائی جہاز میں کراچی سے اسلام آباد آتے ہوئے)

نعت

دیکھو ندیم شوق سے ان پتھروں کو بھی
دیکھا ہے ان چٹانوں نے آقا کی ذات کو

گر دل کی آنکھ روشنی پائے تو دیکھئے
ذرے میں جگمگاتی ہوئی کائنات کو

آقا کو بھی تھا پیار احد کے پہاڑ سے
چاہا ہے اس پہاڑ نے بھی ان کی ذات کو

سورج بھی ہوں نثار تو قربان چاند بھی
روشن کئے ہوئے ہیں وہی جگ کی رات کو

۲۵

سیماب ان فضاؤں کی خوشبو کو جاں میں بھر
جو پھیلتی ہے گنبد خضرا سے رات کو

(ائیرپورٹ سے مدینہ منورہ آتے ہوئے)

خیالِ یار

جینا خیالِ یار میں مرنا خیالِ یار میں
گزریں گے زندگی کے دن اپنے اسی بہار میں

آتے وہ خواب میں ضرور سوتے تو ہم سہی کبھی
ہوتی نہیں ہے آنکھ بند کھولی ہے جب سے پیار میں

کیف ہے یا سرور ہے سب کچھ انہیں کے نام ہے
اس کی مہک نہ ہو اگر، رکھا ہے کیا بہار میں

کرو بات حسن و جمال کی چھڑے قصہ باغ بہشت کا
رخ مصطفےٰؐ کا جمال ہے کہ ہو پھول جیسے بہار میں

۲۷

اسی اک نظر کا سوال ہے کہ کھڑے ہیں در پہ فقیر سب
ملے ان کو اس در پاک پہ فقط ایک شب ہی گزارنے

(المدینہ المنورہ)

نعت

آئے تھے بہر حاضری آقا کی آکے چلدیئے
اپنے دکھوں کی داستاں ساری سنا کے چلدیئے

جاں کی تپش کے واسطے درماں کی شبنم ڈھونڈھ لی
دل میں تھے جتنے زخم مولا کو دکھا کے چلدیئے

جو قصہ کہا مولا سے ارض قدس کے آلام کا
کابل پہ جو گزری ہے وہ دکھڑا سنا کے چلدیئے

جو خون مسلم بہہ رہا ہے وادی کشمیر میں
دل تھام کر یہ داستان غم سنا کے چلدیئے

کہتے ہیں بعد مرگ بھی دامن نہ چھوڑیں آپکا
رسوا و قتل بھی ہوئے' گھر بھی لٹا کے چل دیے

الفاظ بے مایہ بہت جذبات کا کیا ساتھ دیں
سیماب ہم آنکھوں سے کچھ موتی لٹا کر چلدیئے

(جدہ سے اسلام آباد آتے ہوئے)

نعت

حرص کے جو اسیر ہوتے ہیں
کب وہ تیرے فقیر ہوتے ہیں

ہوگئے دو جہان سے آزاد
وہ جو تیرے اسیر ہوتے ہیں

بے نیاز کلاہ، رخت و لباس
لوگ جو خوش ضمیر ہوتے ہیں

جن پہ تیری نظر پڑے آقا
وہی بدر منیر ہوتے ہیں

سچ کہا تھا عدم نے اے سیماب
"آدمی بے نظیر ہوتے ہیں"

(مدینہ منورہ سے جدہ دوران پرواز)

اے عبدالحمید عدم

نعت

ہے گھڑی رخصت کی در سے آپ کے
ہر کوئی آتا ہے جانے کے لئے

میں نہیں ہر دل انہیں گلیوں میں ہے
روشنی کچھ اور پانے کے لئے

جسم خاکی ہو جہاں میں در بدر
تیری خوشبو کو بسانے کے لئے

عمر بھر کا میں مسافر دہر میں
تیرے در سے جا کے آنے کے لئے

روشنی بٹتی ہے اس درگاہ پر
ہے اطاعت شرط پانے کے لئے

پھر سے دیوانے تیرے باندھیں کمر
ہوں تیرے قاصد زمانے کے لئے

ہو شہادت کی طلب میرے نصیب
کفر کے اصنام ڈھانے کے لئے

ہے بہت ہی مضطرب سیماب کی
روحؒ تیرے در پہ آنے کے لئے

(مدینہ منورہ)

نعت

کس قدر جلدی گذر جاتے ہیں دن
در پہ تیرے حاضری ہوتی ہے جب

شہر میں ہے اک جہاں امنڈا ہوا
شہر کے والی سے مل سکتے ہیں کب

تیری گلیاں دیکھ سکتے تھے کبھی
چھپ گئی ہیں اب تو وہ مسجد میں سب

در کھلا ہے آپ کے دربار کا
سیکھ کر آئے کوئی ملنے کا ڈھب

۳۵

آپ کی بندہ نوازی سے حضور!
پوری ہوتی ہے حضوری کی طلب

رہتی ہے اپنی تو جاں در پہ تیرے
شیخ عالی کی توجہ کے سبب

حاضری ہو جسم کو بھی جب نصیب
درد بڑھتا ہے مزید اسکے سبب

ہے تیری باران برکت چارسو
تیری رحمت ہے محیط شرق و غرب

زندگی ساری اسی میں ہو تمام
عرض ہے سیماب کی باصد ادب

(مدینہ منورہ)

نعت

گلشن دل میں میرے کھلتے ہوئے
کتنے روشن ہیں تیری یادوں کے پھول

کتنی شمعیں جل کے خاکستر ہوئیں
جل مرے کتنے ہی پروانے فضول

باغ ہستی میں بہاریں تجھ سے تھیں
ورنہ دیکھو ہر طرف اڑتی ہے دھول

اسکو دو عالم کی عظمت مل گئی
خلوموں میں جس کو تو کر لے قبول

۳۷

شیخ تھا سیماب کا عاشق تیرا
جلتے شعلوں سے بنایا اس کو پھول

(مکہ المکرمہ)

اللہ اللہ

کہاں میں کہاں یہ عطا اللہ اللہ
کہ دیکھوں حرم کی ضیا اللہ اللہ

تجلّیِ ذاتی کا مہبط ہے یہ گھر
سجائے کھڑا ہے قبا اللہ اللہ

محبت تھی اس گھر سے میرے نبی کو
تھا یہ گھر بھی ان پر فدا اللہ اللہ

تیری وحی قدسی عطا کی ضیا سے
منور حرم اور حرا اللہ اللہ

یہ ذرے، چٹانیں، یہ دشوار راہیں
نصیب ان کا سب سے سوا اللہ اللہ

ہے چوما انہوں نے قدوم نبی کو
فلک جن کا تھا فرش پا اللہ اللہ

بظاہر سیہ پوش، کجلائے پتھر
دو عالم میں ان کی ضیاء اللہ اللہ

انہی پتھروں میں ہے وہ غار دیکھو
رکا تھا جہاں قافلہ اللہ اللہ

نبی کی سواری تھا صدیق اکبر
انہی دو کا تھا تیسرا اللہ اللہ

معنا کا نغمہ سنا تھا جنہوں نے
یہ راہیں ہیں ان پہ فدا اللہ اللہ

یہیں کٹ گیا تھا قمر آسماں پر
بحکم شہِ انبیاء اللہ اللہ

اسی شہر میں پتھروں نے پڑھا تھا
ترا کلمۂ جاں فزا اللہ اللہ

یہیں آپ کا گھر یہیں دار ارقم
وہ دیکھو وہاں شعب تھا اللہ اللہ

محبت کا کتنا کڑا امتحاں تھا
نہ ملتی تھی ان کو غذا اللہ اللہ

اسی راستے میں حدیبیہ کا منظر
جو مہبط رضا کا ہوا اللہ اللہ

فلک اس کی چوکھٹ پہ خم دیکھتا ہوں
مقام در مصطفےٰ اللہ اللہ

میری جاں اسی راستے پہ ہو قرباں
ہے سیماب کی یہ دعا اللہ اللہ

(مکہ مکرمہ)

حرزِ جاں

خیالات کی بارشوں میں ہمارا
وہ روتے ہوئے دفعتاً" مسکرانا

غزل

صنم کے ستم پہ خدا یاد آیا
کہاں دیکھئے مجھکو کیا یاد آیا

پشیماں نہیں ہوں میں اپنے کئے پر
ہوا تھا بہت ہی برا، یاد آیا

بھلانے کی کوشش جسے میں نے کی تھی
وہی جرم وقتِ دعا یاد آیا

کہا تھا یہ ناصح نے الفت نہ کرنا
یہی کچھ تو ہم نے کیا، یاد آیا

۴۳

یکایک چھلک آئے آنکھوں سے آنسو
نہ جانے اچانک یہ کیا؟ یاد آیا

خفا ہے یہ واعظ جو سیماب ہم سے
اسے بھی کچھ اپنا پیا — یاد آیا

(دارالعرفان رات 2 بجے)

غزل

کہاں سے یہ کیسی ہوا آ رہی ہے
کہ ساون نہیں اور گھٹا چھا رہی ہے

کہاں ہیں وہ لمحے؟ چرائے وہ کس نے ؟
ہوا جن کے گیتوں کو دہرا رہی ہے

لپٹ کر یہ دریا سے کھو دے گی خود کو
ندی بے خبر ہے بہے جا رہی ہے

گہر تو بنے گا کوئی ایک قطرہ
گھٹا سب خزانے کو لٹوا رہی ہے

۴۵

ضروری نہیں اس سے اظہار الفت
جسے چشم نمناک سمجھا رہی ہے

زمانے کو سیماب نے کب بتایا
تیری بے رخی بات پھیلا رہی ہے

(ہوائی جہاز میں کراچی سے اسلام آباد آتے ہوئے)۔

غزل

جانے صحراؤں میں کیوں کھلتے ہیں پھول ؟
کون ویرانے میں دیکھے گا بہار ؟

بادلوں سے پوچھئے کس کے لئے
جھوم کر یوں آرہے ہیں بار بار ؟

چھپتا پھرتا ہے گھنے جنگل کی اوٹ
چاند کو ہے کس حسیں کا انتظار ؟

جا بسی ہیں کس نگر وہ صورتیں ؟
جن سے پاتا تھا دلِ مضطر قرار

خون کے آنسو رلاتا ہے مجھے
دیکھتا ہوں جب چمن کا حال زار

اس کے مالی، اس کے ہالی کیا ہوئے؟
کیوں ملا چوروں کو اس پہ اختیار ؟

راہبر مال تجارت بن گئے
منڈیوں میں بک رہے ہیں شہریار

اس کی ہر رت پہ خزاں کی چھاپ ہے
راس کیوں آتی نہیں اس کو بہار

دیکھو رکھوالوں کی غفلت باغ سے
گل فروشوں کو دیا ہے اختیار

وقت کے فرعون سے کہہ دے کوئی
آیا ہے تو جائے گا بھی اقتدار

کوئی تو موسیٰ بھی آئے گا ضرور
چھین لے گا تجھ سے ناقہ کی مہار

۴۸

موت کے پھندے بنیں گے ایک دن
لوٹ کے گلشن کو جو بنتے ہیں ہار

سرخیِ خونِ شہیداں کے طفیل
پھر پلٹ کر آئے گی پہلی بہار

پھر کھلیں گے پھول ویرانوں میں بھی
جنگلوں میں پھر ہنسیں گے لالہ زار

جبس ٹوٹے گا تو دیکھیں گے فقیر
اپنے صحرا میں بھی برکھا کی بہار

(دارالعرفان)

غزل

زمانے بھر کے غم دیکھے ہیں میں نے
مگر اے کاش تیرا غم نہ ہوتا

گوارا تھی زمانے بھر کی دوری
تیرا محفل میں آنا کم نہ ہوتا

نہ ہوتی دل میں گر تیری محبت
زمانے میں ہمارا دم نہ ہوتا

اگر ملتی تیری چاہت کی گرمی
تو اپنا حوصلہ بھی کم نہ ہوتا

نہ اگتا بیج الفت کا جہاں میں
نمی سے آنکھ کی گر نم نہ ہوتا

تیری آغوش میں جاتا اگر دم
تو ایسا نزع کا یہ عالم نہ ہوتا

نہ مرتا بے بسی کی موت سیماب
اگر وہ مہرباں برہم نہ ہوتا

(سرکٹ ہاؤس سکھر)

غزل

راہیں دو عالم کی روشن ہو گئیں
کتنا روشن ہے محبت کا جمال

جل گیا جب دل تو آئینہ بنا
ایک جیسے ہو گئے ہجر و وصال

تیری فرقت میں بہت ویراں رہے
زندگی کے کتنے رنگیں ماہ و سال

زخمِ جاں تو اور گہرا ہو گیا
ہائے تجھ کو بھول جانے کا خیال

بازوؤں میں اس کے طاقت تھی تیری
دھکے دیتا مجھکو—— درباں کی مجال ؟

زندہ ہوں در دشت ہجران حبیب
یہ بھی ہے صدق محبت کا کمال

تو نہ گھبرا ان جھمیلوں سے فقیر
زندگی تو ہے بجائے خود وبال

(دارالعرفان)

غزل

بڑھ رہی ہیں کسقدر تاریکیاں
رخ سے پردہ تو ہٹاؤ ایک بار

عمر گزری ہے تیرے در پر میری
تم بھی میرے گھر پہ آؤ ایک بار

کردیا ہے دشمنوں نے بدگماں
تم مجھے خود آزماؤ ایک بار

چھوڑ کر جس کو گئے تھے جاں بلب
اس کو آکے دیکھ جاؤ ایک بار

کس خطا پر اس قدر ناراض ہو
سامنے آکر بتاؤ ایک بار

دل میں باقی ہے ابھی زعمِ خرد
اس کو بھی شعلہ دکھاؤ ایک بار

بجھ رہے ہیں تیری یادوں کے چراغ
ان کو آ کے پھر جلاؤ ایک بار

سارے شکوے بھول جائے گا فقیر
اپنا کہہ کر تو بلاؤ ایک بار

سرکٹ ہاؤس سکھر

غزل

کس سے کہوں میں حال دل کوئی تو رازداں بھی ہو
پہنچے وہ جب تیرے حضور تجھ سے یہ سب بیاں بھی ہو

تو بھی کبھی تو جان لے گزرے ہے کس طرح یہاں
پلٹے تیرا خیال ہی خود تو جہاں کہاں بھی ہو

تیرا تو یہ مزاج تھا ملنا بڑے ہی پیار سے
قند و نبات ہے بھری بات تیری جہاں بھی ہو

بیٹھے ہیں رہ گزر پہ ہم، خواہشِ دید میں مگر
دید کی تاب میں مگر کوئی تیرا نشاں بھی ہو

سب کچھ لٹا کے آگئے کتنی عجیب بات ہے
سب کچھ لٹا چکے مگر کہتے ہیں امتحاں بھی ہو

وعدے تیرے عجیب تر کہتا ہے آؤں گا ضرور
شرط مگر کہ ہمرکاب کوئی تو کارواں بھی ہو

دونوں جہان ہار کر کہتا ہے اب فقیر یہ
تو ہو، چمن ہو، پھول ہوں چھوٹا سا آشیاں بھی ہو

(دارالعرفان)

غزل

ہو زلف پریشاں میرے شانوں پہ تمہاری
سادہ سی تمنا ہے سنی کیوں نہیں جاتی

گھوم آیا ہوں سب دنیا پہ دیکھی نہیں میں نے
ایسی جگہ جس میں تیری خوشبو نہیں آتی

ایسا تو نہیں ہے کہ میسر نہ ہوں خوشیاں
بن تیرے خوشی راس نہیں کوئی بھی آتی

بن برکھا کبھی پھول کھلے ہیں ذرا سوچو
بن تیرے —— میری جان بھی راحت نہیں پاتی

رکھے جو علاقہ نہ پہاڑوں سے کوئی ربط
آتی نہیں میدان میں ندی برساتی

کیا ہار گیا جانِ حزیں صید تمہارا
اب اس کے تڑپنے کی صدا کیوں نہیں آتی؟

شائد کسی طوفاں نے گھیرا ہے چمن کو
کیوں بلبلِ صد چاک نہیں نغمہ سناتی ؟

آؤ کہ بہاروں کا سماں بیت نہ جائے
بیتی ہوئی گھڑیاں تو نہیں لوٹ کے آتی

سیماب نہ تو آیا بہاروں کے جلو میں
ہے یاد تیری موسم گل میں بھی رلاتی

(دارالعرفان)

تڑپ

بادل اٹھے ہیں قطار اندر قطار
دیکھ ویرانوں پہ اتڑی ہے بہار

سورج اس ریشم قبا میں چھپ گیا
چاندنی سے دھوپ کا دیکھو یہ پیار

کار خورشید تپاں پیہم سفر
کر نہیں سکتا یہ اک پل انتظار

چل رہا ہے چاند تاروں میں گھرا
سن نہیں پاتا کسی کی بھی پکار

آگ میں جلتا ہے سورج کا بدن
پانی سے اٹھتا ہے کیا ٹھنڈا غبار

ہے یہی رشتہ تمہاری ذات سے
یاد میں تیری ہے میرا دل فگار

آگ تو پانی سے ہوجاتی ہے سرد
یہ دل سوزاں ہمیشہ بے قرار

ہر برستی بوند میں لپٹی ہے یاد
پارۂ ہر ابر تیرا نامہ دار

کاش ایسا ہو کبھی برسات میں
مل سکو ان جنگلوں میں آکے یار

کب ملے گا چاند سورج سے گلے
مہلت ہستی کا ہے کیا اعتبار ؟

کون روکے گا عنان وقت کو
چلتے چلتے بیت جائے گی بہار

یہ تڑپ سیماب کی قسمت میں ہے
آ نہیں سکتا کبھی اس کو قرار

(دارالعرفان)

غزل

کبھی تیرے آنے کی آرزو، کبھی دل کے جانے پہ گفتگو
کبھی دل بساط اجاڑ دی، کبھی جاں کا شہر بسالیا

تیرا نام ہے میری روشنی، تیری بات میری حیات ہے
تیرے رابطے کا سرور بھی بڑا کام تھا جو کمالیا

غم زندگی کی یہ دھند شعلۂ دل کو سرد نہ کرسکی
تیری فکر سے کسمسالیا تیرے ذکر سے جگمگا لیا

کبھی پاس تجھ کو بلا لیا، تجھے اپنے دل میں بٹھا لیا
یہ ہوا کہ خواب و خیال میں تجھے حال اپنا سنا لیا

یہ معاملات دل فقیر عجیب چیز ہیں غور کر
سفر حیات میں اس کو کبھی کھو دیا' کبھی پالیا

(کوئٹہ)

غزل

ساری غزلیں کہہ چکے ہم سارے نالے سر ہوئے
اب تیری محفل میں کہنے کو بچا کچھ بھی نہیں

کھول کر دل ہم نے تیرے سامنے تو رکھ دیا
تیری خاموشی کا مطلب ہے، کہا کچھ بھی نہیں

اپنے ہی خوں سے بنائی ہے تیری تصویر بھی
تیرا یہ کہنا کہ ہم نے تو کیا کچھ بھی نہیں

حسن کی نیرنگیاں تو جانِ من تھیں بے شمار
میری خاطر تیرے دامن میں بچا کچھ بھی نہیں

اپنی دنیا میں تو خوش ہے لوٹ کر دنیا میری
تیرا یہ انداز ہے جیسے ہوا کچھ بھی نہیں

تیرے جانے سے گئیں گلشن کی سب رنگینیاں
اب چمن میں پھول یا بادِ صبا کچھ بھی نہیں

ساتھ تیرے جنگلوں میں بھی تھا گلشن کا مزہ
یوں اکیلے میں یہ باغِ خوش فضا کچھ بھی نہیں

یاد ہے پانی کے جھرنے میں بھی کتنے ساز تھے
اب اسی چشمے میں وہ نم وہ نوا کچھ بھی نہیں

زندگی اور موت دونوں ہی جہاں لٹوا دیئے
پھر بھی اے سیماب گھر سے تو دیا کچھ بھی نہیں

(سرکٹ ہاؤس سکھر)

غزل

چہرہ کہہ ہی دے گا اپنا حالِ دل
ایک بار اپنی طرف تو دیکھیے

ہو چکیں ساری بلائیں ہم پہ بس
پھر بھی زندہ ہیں ظرف تو دیکھیے

خوبصورت چھوٹی خواہشیں
جب پگھل جائے برف تو دیکھیے

جرم ہے عرض تمنا ٹھیک ہے
کتنے سادہ ہیں حرف تو دیکھیے

دکھ چھپا لیتا ہے ہنسی میں فقیر
چاند کی پچھلی طرف تو دیکھیے

(دارلعرفان)

یادیں

یہ یادیں کیسی یادیں ہیں جو دل ہی میں بس جاتی ہیں

یہ درد بھلانے کی خاطر ہم دور گئے، ہم دور گئے
معلوم ہوا مجبور گئے، محسوس ہوا رنجور گئے
ہم جس نگری کو چھوڑ گئے اس میں واپس لے آتی ہیں

یہ یادیں کیسی یادیں ہیں جو دل ہی میں بس جاتی ہیں

ہم چھان چکے دنیا ساری اور نگری نگری گھوم چکے
کن باغوں، کیسی گل گاہوں، گل برگوں اندر گھوم چکے
یہ شاخیں جیسے بولتی ہیں اور اس کی بات سناتی ہیں

یہ یادیں کیسی یادیں ہیں جو دل ہی میں بس جاتی ہیں

گزرے ہم تیز ہواؤں سے گل بر گلرنگ فضاؤں سے
سورج سے جلے صحراؤں سے اور چاند کی ٹھنڈی چھاؤں سے
ہر مسکن میں ہر منظر میں اس کی یادیں مسکاتی ہیں

یہ یادیں کیسی یادیں ہیں یہ دل ہی میں بس جاتی ہیں

جنگل میں اور کہستاں میں چشمے دیکھے' ندیاں دیکھیں
پانی میں چھپتے سایوں میں جھلمل جھلمل پریاں دیکھیں
یہ چلتی پھرتی تصویریں سب اس کی یاد دلاتی ہیں

یہ یادیں کیسی یادیں ہیں یہ دل ہی میں بس جاتی ہیں

یہ کالے متوالے بادل سیماب کو وہ بھی راس نہیں
سب دنیا پاس ہوئی بھی تو دیکھا جب تو ہی پاس نہیں
تو پاس ہو تو بنجر راتیں' من موہنی ہیں مدھ ماتی ہیں

یہ یادیں کیسی یادیں ہیں یہ دل ہی میں بس جاتی ہیں

(کراچی سے اسلام آباد آتے ہوئے ہوائی جہاز میں)

محبت کا جنوں

مت سوچ اکیلے میں کہ کیا جرم کیا ہے
بندے تجھے ہر وقت خدا دیکھ رہا ہے

زینہ تھا محبت کا بڑھے جوش میں ہم بھی
دیکھا تو بلندی پہ بڑی تیز ہوا ہے

انسان کی خلقت کا تقاضا ہی —— یہی تھا
چاہا ہے تجھے میں نے تو کیا اس میں برا ہے

ہے قصرِ شہی کی یہ روایت کہ ہوں در بند
درویش کا دروازہ تو ہر وقت کھلا ہے

سیماب کی عادت ہے کہ کرتا ہے کھری بات
اس مردِ خدا مست سے بس اس کا گلہ ہے

(دارالعرفان)

پھول یادیں

کاش اس وادی میں تو آتا کبھی
دیکھ ویرانے میں کتنے پھول ہیں

میرے سجدوں نے گھسایا سنگ در
کیا یہ سب کے سب ہی نامقبول ہیں

تیری یادیں تیری باتیں' تیرے خواب
میرے دامن میں یہی کچھ پھول ہیں

عشق میں سیماب آشفتہ ہوئے
آدمی ورنہ بہت معقول ہیں

(دارالعرفان چکلالہ راولپنڈی)

غزل

تجھ سے ملنے کی امیدیں شاید ہم دیوانے ہیں
پھول بچھڑ کر چمن سے اپنے کب دوبارہ ملتا ہے

ہجر کا حاصل مرجھانا اور بکھر بکھر مٹ جانا ہے
بکھرے پھول کو دیکھا تم نے کب دوبارہ کھلتا ہے

کس کو فرصت ہے یہ سوچے پھول کہاں سے آتا ہے
سو کلیاں ہنستی ہیں تو کہیں اک پھول چمن میں کھلتا ہے

بلبل عاشق ہے پھولوں کی رو رو جان گنواتی ہے
اک درد بھرے نغمے کے سوا بلبل کو بھلا کیا ملتا ہے

یہ چاک نہیں ہے دامن کا جو تار رفو سے سل جائے
یہ چاک جگر ہے اے لوگو یہ چاک تو مشکل سلتا ہے

اے کاش ابنائے دنیا کو یہ بات کوئی سمجھا سکتا
دنیا کے مراتب سے بہتر جو رتبہ مر کر ملتا ہے

انسان نے عشق و محبت کا مفہوم ہی آج بدل ڈالا
مجنوں بھی شہر میں ملتا ہے اور حرص کا مارا ملتا ہے

انسان کی ہستی اے سیماب بجز اس کے اب کیا کہئے
ایک عکس ہے جو بپھرے ہوئے دریا کے پانی میں ہلتا ہے

کراچی

مکالمہ مابین بندہ و خدا

اللہ:۔

کیا لائے ہو تم دنیا سے ؟ کیا کچھ ہے تیرے دامن میں ؟
ہے کون سی پونجی پاس تیرے جو پالے میری بخشش کو ؟

بندہ:۔

یہ دامن خالی پھیلا ہے پونجی تو اس میں کیا ہو گی
کچھ داغ یہ گہرے گہرے سے، یہ عشق ہے تیرے بندے کا

کوئی روزہ، نفل، نماز نہیں نے تسبیحات بجی اس میں
اک شعلہ ہے اس دامن میں یہ عشق ہے تیرے بندے کا

میں شب بیداری سے عاری کب چلہ کاٹا جنگل میں
اک پیاس ہے روح کی پاس مرے، یہ عشق ہے تیرے بندے کا

نے من مالا پر ہاتھ اپنا' نے ماتھے پہ محراب کوئی
اک شمع لرزتی سینے میں' یہ عشق ہے تیرے بندے کا

اللہ:۔

وہ کون ہے جس کے عشق نے دی میری یاد بسا تیرے سینے میں ؟
تو اس کو میرا کہتا ہے مجھے حال سنا میرے بندے کا

بندہ:۔

وہ تیرا ہی تو بندہ ہے وہ تیرا ذکر سکھاتا ہے
یوں لیتا ہے وہ نام تیرا دل کا حصہ بن جاتا ہے

گھر تیرے جا کر لوگ سبھی کب کھول سکے دل کے روزن
گھر بیٹھے لوگوں کے دل میں وہ تیرا نور بساتا ہے

کیا رشتہ ہے تیرا میرا ؟ یہ اس نے مجھے بتایا ہے
مجھے بسنا ہے تیری رحمت میں اس بندے نے سمجھایا ہے

یہ اس نے مجھے بتایا ہے تو کون ہے اور تو کیسا ہے ؟
جو راز فرشتے پا نہ سکے وہ اس سے میں نے پایا ہے

دل اس کا دھڑکن اس کی ہے' خوشبو اس کی ہر سو پھیلی
جب اس کو دل میں پایا ہے' ادراک ترا بھی آیا ہے

اپنے اس بندے کی خاطر سیماب کے جذب کو دیکھ ذرا
یہ جلوۂ دلکش و جانانہ تو نے ہی مجھے دکھلایا ہے

یہ حیات میری، یہ نجات میری یہ اصل اساس ذات میری
سب سے اولیٰ سوغات میری، جو عشق ہے تیرے بندے کا

غزل

ہم نے قاصد تیرا اترا ہوا چہرہ دیکھا
ہے تو خاموش مگر بات سنا دیتا ہے

اپنی باتوں میں وہ میری ہی غزل کی صورت
آج کے دور کی تصویر دکھا دیتا ہے

بھولنا اس کو کچھ آسان نہ معلوم ہوا
یوں زمانہ تو ہر اک چیز بھلا دیتا ہے

مرگ پر میری وہ آکر سر بالیں بولے
خوب چہرہ ہے جو قاتل کو رلا دیتا ہے

بے وفائی کا گلہ اس سے ہمیں ہے سیماب
وہ جو منبر سے ہمیں درس وفا دیتا ہے

(دارالعرفان راولپنڈی)

ایک حقیقت ایک فسانہ

اس طرح تجھ کو دیکھ لیتا ہوں

اس نظر سے جو رازداں ہے میری
ہم سفر میری، مہرباں ہے میری

نیچی نظروں خموش قدموں سے
زندگی کی طویل راہوں پر

جب اچانک نگاہ پڑتی ہے
اپنی خالی اداس باہنوں پر

دل میں آتا ہے میرے کیا کیا کچھ

پھر سمجھتا ہوں خواب تھا سب کچھ

اس طرح تجھ کو دیکھ لیتا ہوں

جیسے اپنے کرم کے پردے میں
اک تماشا رچایا ہو تو نے

ایسی آواز کان میں آئی
جیسے مجھ کو بلایا ہو تو نے

ان پہاڑوں کی نیم راہوں پر
پاس اپنے بٹھایا ہو تو نے

گو سمجھتا ہوں خواب تھا سب کچھ
مل گیا دل کو دل کا مطلب کچھ

اس طرح تجھ کو دیکھ لیتا ہوں

مجھ سے ملنے کو پھر وہ آیا ہے
میرے کمرے میں چلتا پھرتا ہے

میری کھڑکی کے الجھے پردے کو
اپنے ہاتھوں سے ٹھیک کرتا ہے

بیٹھ جاتا ہے فرش پر خود بھی
مجھ کو اپنے قریب کرتا ہے

چپکے چپکے سے کہہ رہا ہے کچھ
تب سمجھتا ہوں خواب تھا سب کچھ

اسطرح تجھ کو دیکھ لیتا ہوں

تو نے کمرے کو پھر سجایا ہے
اور بھیجا ہے اپنے قاصد کو

تو نے گھر پہ مجھے بلایا ہے
تو ہے واقف پسند سے میری

ویسا کھانا بھی خود بنایا ہے
کس محبت سے تو کھڑا ہے پاس

کھا رہا ہوں مزے سے ہر نعمت
تب سمجھتا ہوں خواب تھا سب کچھ

اس طرح تجھ کو دیکھ لیتا ہوں

آکے بیٹھے ہی تھا کہ جانا تھا
کوئی دلچسپ سا بہانہ تھا

ساتھ لے کر مجھے بھی وہ نکلا
مجھ کو بھی ہمسفر بنانا تھا

تیری باتوں میں درد اٹکا تھا
تجھ کو میری وفا پہ کھٹکا تھا

آرہا ہے سمجھ میں یہ اب کچھ
خواب تھا یا سراب تھا سب کچھ

اس طرح تجھ کو دیکھ لیتا ہوں

۸۴

میں تو سیماب جا کے لوٹ آیا
وقت بدلا ہوا مگر پایا

(جدہ)

ایک کیفیت

مجھے یاد ہے تیری سنجیدگی بھی
شرارت کا بھی تھا کوئی شاخسانہ

مجھے جلد جانا ہے میں جارہا ہوں
یہ کہتے بھی رہنا نہ اٹھنا نہ جانا

کبھی اپنی مجبوریوں کے بہانے
مجھے یاد کرنا مجھے گھر بلانا

خفا ہونا بیتی ہوئی تلخیوں پر
مگر روٹھنا بھی تو خود ہی منانا

میں کہتا ہوں دل کو ارے بھول بھی جا
وہ گزری حکایت وہ بیتا فسانہ

(ق)

مگر دل نہیں مانتا بات میری
وہ کہتا ہے مشکل ہے اس کو بھلانا

خیالات کی بارشوں میں ہمارا
وہ روتے ہوئے دفعتاً" مسکرانا

یہ سیماب کس سطح کا آدمی ہے
بہ ایں ناصبوری سخن ناصحانہ

(جدہ سعودی عرب میں)

غزل

تجھے تا خیال و نظر دیکھتا ہوں
جہاں دیکھتا ہوں جدھر دیکھتا ہوں

بیاں کیا کروں اس تجلی کے جلوے
نہیں دیکھ سکتا مگر دیکھتا ہوں

یہ گلیاں کہ جاں میں بسی جارہی ہیں
یہ کس شہر کے بام و در دیکھتا ہوں

عجب شخص گزرا ہے اس راستے سے
سحر جیسی گرد سفر دیکھتا ہوں

خدا نہ دکھائے شب و روز فرقت
یہ صدمے بھی دل تھام کر دیکھتا ہوں

جہاں کی کشاکش میں دیکھا جو دل کو
نگر یہ کھنڈر ہی کھنڈر دیکھتا ہوں

تیرے نام سے خواب منسوب اپنے
تماشا سا اک رات بھر دیکھتا ہوں

سمجھتے ہیں سیماب کو اجنبی سب
یہ دن بھی تیرے نام پر دیکھتا ہوں

(جدہ سعودی عرب)

غزل

خود کو کھو دیں گے تجھے پالیں گے ہم
اس طرح بن جائے گا بگڑا نصیب

چاند دیکھیں گے کبھی چلمن کی اوٹ
گھر بنایا ہے تیرے گھر کے قریب

دیکھ لیتا ہے تجھے جو اک نظر
ہم سے ملتا ہے وہی بن کر رقیب

دیکھ لی ہیں عقل کی جولانیاں
بن گئیں دربار کی تیرے نقیب

ان کو بلواتے تو بچ جاتا مریض
کیوں بلاتے ہو میری خاطر طبیب

آرزو پھرتے ہیں لے کر موت کی
ہو اگر آغوش میں تیری نصیب

دیکھ کر سیماب کی میت کو وہ
کہہ رہے تھے مر گیا یہ بدنصیب

(دار العرفان)

غزل

میں اگر چاہوں بھی تو وہ بات نہ کہہ پاؤنگا
تو جسے میری زباں ہی سے سنانا چاہے

دل تو جلتا ہے تیرے ہجر میں برسوں سے مگر
تو اسے اور بھی شدت سے جلانا چاہے

ہم کہ جیتے ہیں تیری زلف کے قیدی بن کر
اس پر تو طوق کے خم اور بڑھانا چاہے

ہم تجھے یاد دلاتے ہیں جو بیتی گھڑیاں
کیا اسی یاد کو تو دل سے بھلانا چاہے

وہ کہ جس بات سے روٹھا ہے زمانہ مجھ سے
دل وہی بات زمانے کو سناتا چاہے

زاہد گوشہ نشیں نے مجھے پاگل جانا
دل اسے آج ترے سامنے لاتا چاہے

گھٹ کے مر جانے کا سیماب نہیں ہے قائل
سر ہتھیلی پہ ہے مقتل کو سجاتا چاہے

غزل

میں اگر چاہوں بھی تو وہ بات نہ کہہ پاؤنگا
تو جسے میری زباں ہی سے سنانا چاہے

دل تو جلتا ہے تیرے ہجر میں برسوں سے مگر
تو اسے اور بھی شدت سے جلانا چاہے

ہم کہ جیتے ہیں تیری زلف کے قیدی بن کر
اس پر تو طوق کے خم اور بڑھانا چاہے

ہم تجھے یاد دلاتے ہیں جو بیتی گھڑیاں
کیا اسی یاد کو تو دل سے بھلانا چاہے

وہ کہ جس بات سے روٹھا ہے زمانہ مجھ سے
دل وہی بات زمانے کو سنانا چاہے

زاہد گوشہ نشیں نے مجھے پاگل جانا
دل اسے آج ترے سامنے لانا چاہے

گھٹ کے مر جانے کا سیماب نہیں ہے قائل
سر ہتھیلی پہ ہے مقتل کو سجانا چاہے

غزل

جو قندیل کرتی سحر تک چراغاں
سرِشام اس کو بجھا ڈالتے ہیں

کئی درد دریا ہیں جو زندگی میں
ہمیں غم کا ساگر بنا ڈالتے ہیں

جو بنتے ہیں امید کے کچھ گھروندے
انہیں اپنے ہاتھوں مٹا ڈالتے ہیں

لگا کر غمِ یار کو ہم گلے سے
زمانے کے غم کو بھلا ڈالتے ہیں

ہم اپنے ستاروں کو اے گردِ ہستی
چمکنے سے پہلے بجھا ڈالتے ہیں

طبیبوں کو سیماب کیا ہو گیا ہے
کہ مردے کے منہ میں دوا ڈالتے ہیں

(کوئٹہ سے کراچی جاتے ہوئے)

غزل

سوچتا ہوں کیا لکھوں اور کیا کہوں
جب زمیں سے میں بہت ہی دور ہوں

اڑ رہا ہوں بادلوں سے بھی پرے
گرچہ میں اک طائر مجبور ہوں

دل تو ہے موجود بزم یار میں
خود جہاں کی آنکھ سے مستور ہوں

ہوں تو میں بھی مبتلائے عشق دوست
نام سے ناصح کے گو مشہور ہوں

بک گیا ہوں نام پہ سیماب کے
آدمی ورنہ بہت غیور ہوں

(سکھر سے لاہور آتے ہوئے)

غزل

تیرے بغیر نیند بھی آتی نہیں ہے اور
تو پاس ہو تو سونے کی کون آرزو کرے

لگتے ہیں وصل میں بھی تو چرکے نئے نئے
کس منہ سے ان کے منہ پہ کوئی گفتگو کرے

اپنی نہیں مجال کہ دیں مشورہ کوئی
تجھ کو ہے اختیار کہ جو چاہے تو کرے

غیبت کی لاگ زندگی و ذہن میں نہ رکھ
انسان جو بھی بات کرے روبرو کرے

۱۰۰

دنیا تو ہے ہمیشہ ہی سے ناوفا سرشت
سیماب ہی سے کیسے نبھانے کی خو کرے

(دارالعرفان)

غزل

گر ستائیں رات کی تنہائیاں
تیری یادوں کو بلا لیتا ہوں میں

ٹوٹ کر اشکوں کی لڑیاں جب گریں
ان کو سینے پر سجا لیتا ہوں میں

زندہ ہیں اب تک امیدیں وصل کی
حال دل اس کو سنا لیتا ہوں میں

وہ کہ ہے میرے لئے سامان موت
اس سے جینے کی دوا لیتا ہوں میں

دو جہاں کی وسعتوں کو بعض وقت
اپنی بانہوں میں چھپا لیتا ہوں میں

دیکھتی ہیں چاند کی کرنیں تجھے
جانے کس پیکر کو جالیتا ہوں میں

ہنس کر ملتا بھی ہوں لوگوں سے فقیر
چھپ کے آنسو بھی بہالیتا ہوں میں

(سرکٹ ہاؤس سکھر)

غزل

تنہائی کا دکھ ہے کیسا ؟
کون سنے گا ؟ کون سنائے ؟

عشق کے بن میں جو کوئی بھٹکا
اس بندے کو چپ لگ جائے

چپ کے شور سے کان پھٹے ہیں
آنکھوں میں اندھیارہ چھائے

خشک ہوئے لب تنہائی میں
ان پر کون نمی برسائے

کتنے کرب میں رات کٹی ہے
دیکھئے دن کیا پتا لائے

تو بھی دیکھے راہ کسی کی
خود کو تو بھی تنہا پائے

تو بھی جھیلے ہجر الاؤ
رات تجھے بھی نیند نہ آئے

بادل کرے پریشاں تجھ کو
بوند برس کر آگ لگائے

تب تو جانے درد جدائی
پھر تو مجھ کو پاس بلائے

کھل اٹھے سیماب کا دل بھی
کھوٹا وقت کھرا ہو جائے

(سرکٹ ہاؤس سکھر)

غزل

تیری یاد ابر بہاراں سے بڑھ کر
عجب پھول دنیا کھلاتی ہے دل میں

پڑے جب پھوار اس کی قلب حزیں پر
تو قوس قزح سی بناتی ہے دل میں

عجب ہے تیری یاد کا یہ کرشمہ
پرانی رتیں لے کے آتی ہے دل میں

جو گم پردۂ وقت میں ہیں کبھی کے
یہ ان منظروں کو دکھاتی ہے دل میں

روال پھر ہوا کاروانِ محبت
کوئی چاپ ایسی بھی آتی ہے دل میں

ترے عارض و رخ کی ضو اللہ اللہ
یہ بجلی سی کیا جگمگاتی ہے دل میں

اسے میں نے سیماب جب بھی پکارا
تو اک چاندنی پھیل جاتی ہے دل میں

(کراچی)

جرم محبت

اظہار محبت کی خطا میری نہیں ہے
مجرم ہوں محبت کا مجھے اس کی سزا دو

کب گل سے چھپے چاک گریباں کی حکایت
چھپ سکتی ہے خوشبو اگر اس کی تو چھپا دو

کب میں نے سنایا تھا فسانہ یہ صبا کو
رم جھم سے کہا میں نے مجھے آگ لگا دو

لو دیکھو مجھے تیرے نشانے پہ کھڑا ہوں
ہمت ہے تو اے جاں جہاں تیر چلا دو

کیا خواب میں آنے کا بھی میں نے ہی کہا تھا
یہ جرم بھی میرا ہے کہ سوتے میں جگا دو

جاتا ہوں کسی سمت پہنچتا ہوں کسی سمت
منزل ہے کہاں تم مجھے منزل سے صدا دو

یہ سارے کرشمے ہیں تیری ذات کے ہمدم
لیکن میری تقدیر کے ذمے ہی لگا دو

کاسہ میرے ہاتھوں میں ہے کچھ مانگ رہا ہوں
پوچھو تو یہ معلوم نہیں ہے مجھے کیا دو

دیکھا ہے تجھے چاہا تجھے پیار کیا ہے
یہ جرم ہے سیماب کا جو چاہو سزا دو

(دارالعرفان)

غزل

مانگوں اگر وصال تو کیوں ہو خفا کوئی
ہے مانگنے پہ کون سی قدغن لگی ہوئی

اپنی نوا سے چاک جگر عندلیب کا
لیکن ہے سارے باغ کی محفل سجی ہوئی

دیکھو چکور کی طلب اڑتا ہے بار بار
ہو چاندنی کی جب کبھی جھالر تنی ہوئی

کوئل کو کس طرح کوئی روکے گا کوک سے
ساون کی ہو گھٹا بھی جو سر پر کھڑی ہوئی

سیماب ذکر دہر گوارا نہیں مجھے
جب میری آنکھ ہو سوئے جاناں لگی ہوئی

(دارالعرفان)

بزمِ یاراں

ہم ڈھونڈتے رہے تجھے کوئے رقیب میں
بیوی نے راہ دیکھی ہماری تمام رات

نئی سوچ

اس زمانے کی نئی آزاد سوچ
ایک تبدیلی یہ لائی ہے ضرور
ہے میاں بچے کھلانے کے لئے
اور بیوی ملک پہ حاکم حضور

☆

مفتی صاحب

گر حکومت کر رہی ہیں عورتیں
سوچئے تو ان میں ان کا دوش کیا
یہ تو مدت سے ہیں مسجد میں مکیں
مفتی صاحب ہیں بہت ہی پارسا

☆

سحر فرنگ

بزم یاراں کو سجانے کے لئے
جان تک دینے پہ آمادہ ہیں ہم
دل اگر ہوتا تو کرتے پیش وہ
مغربی دنیا کے دلدادہ ہیں ہم

○

اپنا حلیہ اپنا چہرہ مغربی
نام اسلامی ہیں کیا سادہ ہیں ہم
شیخ کہتے ہیں ہمیں کعبہ چلو
در پہ انگریزوں کے افتادہ ہیں ہم

(گوجرہ میں لکھے گئے)

بیوی کی حکومت

ایوان حکومت میں کبھی جاؤ تو جانو
اس گھر میں سکونت کا مزہ اور ہی کچھ ہے
ہیں چیزیں تو دنیا میں مزیدار بہت سی
بیوی کی حکومت کا مزہ اور ہی کچھ ہے

☆

سعی

کھیپ آئی نئی وزیروں کی
ہوئی گئی عید رسہ گیروں کی
ہے بھنور میں یہ کاغذی ناؤ
یاد رکھ بات یہ فقیروں کی

☆

دیسی گورے

قید جو مدت سے ہیں بنگال میں
کیا بنے گا گر بہاری آگئے
ملک اپنا دیسی گوروں کی ہے ملک
خان سے چھوٹے' لغاری آگئے

☆

منصف

اب کریں گے ملک میں انصاف دیکھ
دیکھنا چاہے اگر تو صاف دیکھ
ہو گئے تھے قوم کے خوں سے غلیظ
کر کے آئے ہاتھ اب شفاف دیکھ

☆

بے مزہ گوشت

ایک کوا کہہ رہا تھا گدھ سے یہ
آجکل تو آپ بھی خوشحال ہیں
کہہ رہا تھا بے مزہ سا گوشت ہے
مرنے والے آدمی کنگال ہیں

☆

امام لیڈران

بیچ کھاتے ہیں سبھی ووٹر کی آن
دیکھ اپنے ملک کے لیڈر کی شان
سب سے سستی جس کی تھی شرح فروخت
وہ ہیں قاضی جی، امام لیڈران

☆

زیر نظر کتاب ان کے شاعری کا اولین مجموعہ ہے-- اس مجموعہ پر چند تعریفی سطور لکھنا میرے لئے باعث سعادت ہے- یہ شعری ثمرات نعت، غزل، قطعات، جیسی اصناف سخن پر محیط ہے- اور بنیادی طور پر یہ تخلیقات ایک اہل دل کے سوز و گداز کی مظہر ہیں- سب سے بڑی متاع فکر عشق رسولؐ ہے- ادبی حوالے سے ایک اور قابل ذکر پہلو وردمندانہ پیرایہ اظہار کے پہلو بہ پہلو شوخ مگر بلیغ طنز کی وہ چمکیلی دھاری ہے جو ان کے قطعات میں سیاسی اور معاشرتی موضوعات پر ہلکے پھلکے تبصروں کی صورت میں ابھرتی چلی گئی ہے----- میں امید کرتا ہوں کہ اس بامقصد شاعری کا مطالعہ دل و نگاہ کی بالیدگی اور آسودگی کا باعث ہو گا-

اسلام آباد

۱۸ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ

سید ضمیر جعفری

☆

زاویہ پبلیکیشنز

۲۲۰، سٹریٹ: ۱۲ چکلالہ III راولپنڈی